اسلامی تعلیمات کی روشنی میں علم وہنر کے ذریعہ خواتین کی (محکومیت سے) رستگاری (Emancipation)

Emancipation of Women from Dependency Through Skill & Tech Development in Islamic Perspectives

ڈاکٹر راشدہ پروین*

مریم نورین**

Abstract

The World History is full of such events wherein women have been described to lead miserable life as dependents or even like slaves in past especially before the dawn of Islam. The reason for this deprivation was the social oppression and lack of encouragement for them to participate in the activities related to nation building. Just having ushered the Islamic Era, the circumstances totally changed and the women folk, in the first instance was brought out of the quagmire of the centuries old traditions and at the same time was appreciated to take part in fields of life side by side with the men of their society. The Islamic Teachings in general and the sayings of the Prophet Muhammad (ﷺ) in particular have always been very much supportive for the Muslim Women to adopt any profession or trade for earning their livelihood besides accomplishing several other social duties. Islam gave them freedom of expression, enhancement in knowledge, skill and professional expertise. Not to speak of the later eras only, even in the very beginning of the Islamic Caliphate, quite learned and professionally advanced women were very much there in the society. In this article some activities of some famous women's of early ages of Islam have been discussed which would become a source of encouragement for the new generation to rise up to the situation to accomplish their emancipation in true sense in Islamic Perspectives. Also it would provide some more materials for critical study in this regard in future for our coming generation.

Key Words: Dependency of Women, Emancipation, Empowerment, Skills, Islamic Teaching, Traditions

---

* چیئرپرسن، شعبہ علوم اسلامیہ، ویمن یونیورسٹی مردان۔

** PHD اسکالر شہید بینظیر وومن یونیورسٹی، پشاور۔

تاریخ کی ورق گردانی سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ کسی بھی معاشرے کے قیام اور تعمیر و تشکیل میں عورت نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔عورت کے بغیر انسانی نسل کی بقاوافزائش ممکن نہیں۔ اسلام کے مطابق، عورت و مرد دونوں ایک کل کے دو برابر برابر اجزاء ہیں۔اس کل کا آدھا عورت ہے اور اس کا آدھا مرد۔ اس اعتبار سے یہ بات عین درست ہو گی کہ عورت کو نصف انسانیت کا لقب دیا جائے۔[1]

مرد وزن ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں یعنی ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے بھی کائنات پر نسلِ انسانی کا استحکام ونشو نما ممکن نہیں۔ابتدائی دور(پتھر کے زمانے) سے لے کر ہر معاشرے کے قیام و تشکیل اور عروج وزوال (اتار چڑھاؤ) کے ارتقائی مراحل میں مرد کے ساتھ خواتین نے بھی اپنی شعوری حیثیت سے اہم کردار ادا کیا۔خواتین گھریلو ذمہ داریوں سے لیکر ملکی نظم ونسق، علمی میدان، پارلیمنٹ، دفاعی و عسکری میدان کے علاوہ معاشی سرگرمیوں میں مَردوں کے پیش پیش رہیں۔اس لحاظ سے عورت معاشرے کا ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے جس کی صلاحیتوں، عملی کردار اور ان کے مقام وحیثیت کو یکسر نظرانداز کرنا ممکن نہیں۔

تاہم علم التاریخ گواہ ہے کہ خواتین کی اس اہمیت کے باوجود وہ ابتدا ہی سے مرد کے ظلم وتعدی کا نشانہ بنی رہیں۔ عورت کو محکوم، کمتر اور گناہ کا سرچشمہ تصور کیا جاتا تھا۔ قانونی حقوق سے محرومی کے ساتھ ساتھ بعض مذاہب میں اس کے لیے مذہبی امور تک میں شامل ہونا ممنوع تھا۔خواتین کے لیے میراث میں کوئی حصّہ نہیں تھا۔نہ ہی ان کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا اختیار حاصل تھا۔جسمانی قوت وطاقت کے باعث مرد خواتین پر غالب تھا۔مرد کو کھلا معاشرہ ملا جس میں وہ جو چاہتا کرتا اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی تھی، جبکہ عورت کو گھر کی چاردیواری تک محدود کرکے ان پر طرح طرح کی پابندیاں لگائی گئیں جس کے منفی اثرات

(محکومیت، کمزوری، خود اعتمادی کے فقدان اور بزدلی) نے ان کی شخصیت کو متاثر کیا۔ لہٰذا اس مقالہ کے توسط سے ہم بیان کریں گے کہ کس طرح سے خواتین نے "علم وہنر" کے ذریعے اس محکومیت سے نجات پائی اور عصرِ حاضر میں آیا ایسے ممالک اب بھی موجود ہیں جہاں خواتین محکوم ہیں اور ان کو مردوں کا سہارا لینا پڑتا ہے یا نہیں؟

عورت کی حیثیت قدیم معاشروں میں

ماہرینِ تاریخ نے قبل از اسلام کے معاشروں کے حالات کی ابتدا یونان سے کی ہے کیونکہ تاریخ میں یونانی تہذیب (Greek Civilization) ایک مثالی تہذیب گردانی جاتی ہے۔ عہدِ قدیم میں صرف اہلِ یونان کو ہی یہ شرف حاصل رہا ہے کہ انہوں نے تقریباً علوم وفنون میں نام پیدا کیا۔ لیکن اس کے باوجود اگر یونانی تہذیب کا گہرائی وگیرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یونانی معاشرے میں عورت ایک ادنیٰ درجہ کی مخلوق سمجھی جاتی تھی۔ جو اخلاقی، قانونی، معاشی اور معاشرتی بلکہ آزادی اور حصولِ تعلیم تک سے محروم تھی۔ خواتین گھروں تک ہی محدود تھیں۔ باپ خاندان کا مذہبی اور قانونی سربراہ ہوتا اور ان کو یہ حق حاصل ہوتا کہ اپنی بیٹیوں کو فروخت کردے، اسی طرح بھائی کو بھی بہنوں کو فروخت کرنے کا حق حاصل تھا۔ یونانی تہذیب میں عورت کی حیثیت اس قدر گر چکی تھی کہ وہ ایک بچہ پالنے والی اور لونڈی سمجھی جاتی تھی۔ شوہر کے لیے وہ گھریلو سازوسامان سے بڑھ کر نہ تھی۔[2] روایات تمدن قدیم کے مصنف "سید علی عباس جلالپوری" رقمطراز ہے کہ:

> "چنانچہ (یونانی) شاعر ہیزیڈ نے عورت کو مجسم شر قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔! زوس[3] نے عورت ایک برائی کی صورت میں انسان کو دی تھی۔[4]"

زمانہ قدیم میں یونانی تہذیب کی طرح رومی تہذیب میں بھی عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ وہ ہر قسم کے مذہبی، قانونی، معاشی اور معاشرتی حقوق سے محروم تھی۔ کسی عہدہ کی

اہل نہیں سمجھی جاتی تھی اور نہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا تھا۔ بقولِ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی رومی تاریخ میں بعض مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت کو زمرۂ انسانیت ہی سے خارج سمجھتے تھے[5]۔ "تاریخ اخلاقِ یورپ (History of European Morals) کے مصنف ایڈورڈ ہارڈ پول لیکی کے مطابق:

"عورت کا مرتبہ رومی قانون نے البتہ ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا۔ خاندان کا افسر (سربراہ) باپ یا شوہر ہوتا۔ شوہر کو اپنی بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا۔ اور وہ عورت کو جب چاہتا گھر سے نکال سکتا تھا۔ اور والد کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ اپنی لڑکی (بیٹی) کی شادی جہاں چاہے کرا دے، بلکہ بعض اوقات تو وہ کی ہوئی شادی تک کو توڑ سکتا تھا۔ جب کہ بعد میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کو منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل تک کر سکتا تھا۔ ۵۲۰ سال تک طلاق کا کسی نے نام بھی نہیں سنا۔"[6]

ایرانی تہذیب کئی ادوار پر مشتمل یونان اور رومی تہذیبوں کی طرح قدیم تہذیبی مرکز ہے۔ مطالعۂ تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ ایرانی معاشرہ بھی یونان و روم کی طرح عیش پرست اور اخلاقی و روحانی طور سے زوال پذیر تھا۔ ایرانی تہذیب میں بھی عورت کا استحصال کیا جاتا تھا۔ ان کی ذات میں انہیں کوئی اخلاقی قدر نظر نہیں آتی تھی یہاں تک کہ ماں، بیوی اور بیٹی کی تمیز بھی اٹھ گئی تھی۔[7] تاریخ طبری میں ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں یزدجرد دوم نے اپنی بیٹی کو زوجیت میں رکھا جسے پھر قتل کر دیا تھا۔[8] اس قسم کے تعلق کے بارے میں "ڈاکٹر حافظ محمد ثانی" اپنی تصنیف میں بحوالہ "پروفیسر ارتھر کرسٹن "بیان کرتے ہیں:

"کہ اس قسم کا رشتہ کوئی ناجائز فعل تصوّر نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کے ہاں عبادت اور ثواب کا درجہ رکھتا تھا۔ مشہور چینی سیّاح ہوئن سیانگ کا بیان ہے کہ ایرانی قانون اور معاشرے میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی رشتہ کا بھی استثنا نہ تھا۔"[9]

بنابریں عورت کی حیثیت، مقام ومرتبہ کو دنیائے کائنات پر بسنے والے مختلف چاہے دور جاہلیت کے عرب، الہامی مذاہب (عیسائیت ویہودیت) یا پھر غیر الہامی مذاہب جیسے ہندومت، بدھ مت، جین مت وغیرہ کی تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہی حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ ان مذاہب میں عورت نہ تو صاحب حیثیت تھی نہ ہی صاحب جائیداد، آزاد اور خودمختار تھی۔ عورت کی کوئی قدروقیمت، عزت وعصمت نہ تھی۔ عورت کی حیثیت ایک کنیز اور لونڈی سے بڑھ کر نہ تھی۔ ان کے کوئی حقوق نہیں تھے۔ گھروں کی چاردیواریوں میں قید کردیا گیا تھا۔ میکے میں والد اور بھائی کے ماتحت زندگی گزارنی پڑتی جبکہ شادی کے بعد شوہر اور بیٹوں کی محکومیت میں چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اپنی مرضی سے سانس تک نہیں لے سکتی تھی۔ یہودی مذہب میں عورت کو ناپاک اور گناہ کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ اور بائبل کی تعلیمات کے مطابق مرد چونکہ عورت کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا اس وجہ سے عورت ہمیشہ مرد کی محکوم رہے گی۔ جب کہ عیسائی مذہب میں عورت کو شیطان کا آلہ سمجھا جاتا ہے۔

دین اسلام میں عورت کی حیثیت

عورت چونکہ انسانی تمدن کا مرکز ومحور اور باغِ انسانیت کی زینت وحسن ہے، اس لیے دین اسلام نے اسے باوقار طریقے سے وہ تمام معاشرتی حقوق عطا کیے جس کی خواتین حقدار ومستحق تھیں۔ دینِ اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا، دیگر اقوام وتہذیبوں کے برعکس اسے اپنا ذاتی مال وملکیت رکھنے کا حق دیا، شوہر سے نہ بننے کی صورت میں حقِ خلع دیا۔ نکاحِ ثانی کرنے کی اجازت دی، وراثت میں اس کو اس کا حصّہ دلایا۔ اسے معاشرے کی قابل احترام ہستی قرار دیا اور اس کے تمام جائز قانونی، معاشی ومعاشرتی حقوق کی نشاندہی کی۔[10] بقول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ:

> ’’ہم زمانہ جاہلیت میں خواتین کو کوئی شئے نہیں سمجھتے تھے۔ (یعنی معاشرے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی)۔‘‘

تاہم جب دینِ اسلام کی کرنیں منور ہوئیں تو قرآن وحدیث میں خواتین کا خصوصی ذکر ہوا جس سے یہ احساس اُبھرنے لگا کہ جس طرح اس دنیا میں مرد کی حیثیت واہمیت ہے بالکل اسی طرح خواتین بھی معاشرے کا اہم ترین رکن ہے جو انسانیت کا حسن ہے۔ جس طرح دینِ اسلام میں مَردوں کے لیے تعلیم وہنر اور زبان وغیرہ کا سیکھنا اہم ہے اسی طرح خواتین بھی برابر کی مستحق ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[11]

"علم کی طلب وتحصیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللہ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِى الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلاَلٌ يَأْخُذُ فِى طَرَفِ ثَوْبِهِ[12]

"رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے، پس آپ ﷺ کو گمان ہوا کہ عورتوں نے خطبہ اچھی طرح نہیں سنا، پھر آپ ﷺ نے انہیں الگ نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا۔ (وعظ سنتے ہی) کوئی عورت بالی اور (کوئی عورت) انگوٹھی ڈالنے لگی اور بلال رضی اللہ عنہ کپڑے کے پلو میں رکھتے گئے۔"

واضح ہوا کہ مسلمانوں کی زندگی کا دارومدار تعلیم اور دین سے واقفیت پر ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس حق کے حصول سے کسی (مرد وعورت) کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا اور خواتین کی تعلیم وتربیت کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ جیسے اُمِّ صُبَيَّةَ سے مروی ہے کہ:

خَوْلَةَ بِنْتِ قَيْسٍ الْجُهَنِيَّةِ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ خُطْبَةَ رَسُولِ اللہ يَوْمَ الجمعة[13]

"خولہ بنت قیس الجہنیہ کہتی ہیں کہ میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنتی تھی۔"

ان توجیہات کا نتیجہ تھا کہ دورِ نبوی ﷺ میں خواتین حصولِ علم کے میدان میں مَردوں کے برابر چلتی نظر آتی ہیں۔ صحابیات کے علم کا بڑا ذریعہ ازواجِ مطہرات تھیں۔ صحابیات قابلِ وضاحت دینی توجیہات و مسائل کے لیے ازواجِ مطہرات کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ بقولِ ابن قیم تقریباً بائیس صحابیات علوم فقہ و فتویٰ میں مشہور و معروف تھیں۔ جن میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو فضیلت حاصل ہے۔ اور اسی مناسبت سے ان کو "فقیہۂ امت" کا لقب ملا۔ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ:

كانت عائشة أَفْقَهَ النَّاسِ، وأعلم الناس، وأحسن الناس رأيًا فى العامة[14]

"اسی طرح ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا عقل و فہم میں ممتاز تھیں"۔

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ:

كَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم كَثِيرًا وَلَا مِثْلًا لِعَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ[15]

"نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات احادیثِ نبوی ﷺ کی مخزن تھیں، تاہم (حضرت) عائشہ اور (حضرت) اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کی کوئی ثانی نہ تھی"۔

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے علم و فضل سے متعلق ابن سعد یوں لکھتے ہیں کہ:

وكانت من أفقه نساء أهل زمانها[16]

"وہ اپنے ہم عصر میں فقیہ عورت تھیں"۔

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ابن حجر عسقلانی کے مطابق:

كانت أمّ الدرداء الكبرى من فضلى النساء وعقلائهن، وذات الرأى[17]

"ام الدرداء بڑی عاقلہ، فاضلہ اور صاحب الرائے تھیں۔"

ان کے علاوہ علم و فضل میں ام عطیہ انصاری، ام الدرداء صغریٰ، اخت المزنی صاحب الشافعی، فاطمہ بنت عباس البغدادیہ، زلیخا بن اسماعیل یوسف الشافعی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔ تاہم تاریخی حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ دورِ صحابہ و تابعین کے بعد کے ادوار میں بھی مسلمان خواتین عالم، فاضل و شاعر، خطیب، سیاست دان، حکمران اور ہر فن میں باکمال رہیں۔ ابن حجر عسقلانی کی حالاتِ زندگی کے ضمن میں امام سخاوی نے لکھا ہے کہ ان کے اساتذہ میں کئی خواتین بھی شامل ہیں جن میں فاطمہ بنتِ عبد الہادی، عائشہ بنت عبد الہادی اور عائشہ کی شاگردہ عمرۃ بنت عبد الرحمٰن نمایاں ہیں۔ امام شافعی جیسے مذہبی آدمی نے اپنی تعلیم ایک خاتون نفیسہؒ سے اور جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ایک خاتون آسیہ بیگم سے کتب پڑھی۔ اور اسی طرح محی الدین عزنیؒ نے آمنہ بیگم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔[18]

ہنر کے ذریعہ خواتین کی محکومیت سے آزادی

تاریخ گواہ ہے کہ عورت نے محکومیت سے رستگاری (Emancipation) علم و ہنر کے ذریعہ حاصل کی، اور زندگی سے متعلقہ شعبوں میں مَردوں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ سماج اور قانون کی نظر میں یہ دونوں صنفیں ہر اعتبار سے یکساں حیثیت رکھتی ہیں۔ تاہم فطرت کے عام اصول کے مطابق عورت اور مرد کے درمیان تقسیم کار کا طریقہ رکھا گیا ہے۔ انسانی سرگرمیوں کے کچھ شعبے مَرد سے متعلق ہیں اور کچھ شعبے عورت سے متعلق کیے گیے ہیں۔ دونوں کے لیے کامیابی یا ناکامی کا ایک ہی معیار ہے۔ انسانی سماج کی مجموعی ترقی کے لیے اس سے بہتر کوئی اور نظام نہیں[19]۔ یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام نے مَرد کی جسمانی قوت وطاقت کی وجہ سے خاندان کی معاشی کفالت مَرد پر رکھی جب کہ گھر کی اندرونی ذمہ داریاں عورت پر رکھیں۔ تاہم اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دینِ اسلام خواتین پر کسبِ معاش کے دروازے بند کرتا ہے۔ بلکہ قرآن

وسنت کی رو سے خواتین کو بھی معاشی جدوجہد کی اجازت دی گئی ہے، اور باقی حقوق کی طرح معاشی تگ ودو میں بھی ان کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ کہ:

﴿وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ﴾[20]

"اور بنائے اس (اللہ تعالیٰ) نے زمین کے اوپر پہاڑ اور برکت رکھی، اس (زمین) میں اور مقرر کیے اس میں سامان معیشت کو چار دن میں، جو طلب گاروں کے لیے برابر (یکساں) ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾[21]

"اور تحقیق ہم ہی نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور ہم ہی نے تمہارے لیے اس (زمین) میں سامانِ معیشت پیدا کیے۔"

مذکورہ بالا آیات سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ دینِ اسلام میں وسائلِ رزق صرف مَردوں تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ دینِ اسلام زندگی کی باقی شعبوں کی طرح معاشی دائرہ کار میں بھی مَرد وزن کو یکساں مواقع فراہم کرتا ہے؛ کہ ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اپنے لئے اپنے حصّے کا رزق تلاش کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾[22]

"اور نہ تم بھولو دنیا میں اپنے حصّہ کو۔"

تاریخ کے دریچوں میں ایسے شواہد وواقعات ملتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ اور مابعد کے ادوار میں خواتین کو نہ صرف معاشی جدوجہد کا حق حاصل تھا بلکہ ان کو پورے مواقع فراہم کیے جاتے تھے۔ خواتین مختلف معاشی سرگرمیوں اور کاروبار میں حصّہ لیا

کرتی تھیں۔ جن سے وہ اپنی ذاتی اور خاندانی ضروریات کو پورا کرتی تھیں۔ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی اپنی تصنیف میں اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"روایات کے مطابق عرب کے جاہلی معاشرے میں عورتوں کو کسبِ معاش کے چاروں ذرائع تجارت، زراعت، دستکاری اور مزدوری واجرت اختیار کرنے کی آزادی حاصل تھی اور وہ حقیقت میں ان کے ذریعۂ مال ودولت کماتی تھیں۔ صرف پیٹ بھرنے کی حد تک نہیں اور نہ صرف تن ڈھانکنے اور سر چھپانے کی حد تک بلکہ باقاعدہ دولتمندی کے حصول کے لیے بھی۔ یہ حق وآزادی اور واقعہ تاریخی عہدِ نبوی کے مکی اور مدنی دور میں بھی استوار رہا اور خواتین ان چاروں ذرائع سے آمدنی حاصل کرتی اور دولت جمع کرتی رہیں"[23]

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: «عملُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ، وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٌ»[24]

"نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی کی سب سے پسندیدہ (پاکیزہ وحلال) کمائی کون سی ہے؟ تو فرمایا! آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر وہ تجارت جو نیکی اور بھلائی پر مشتمل ہو"۔

دوسری جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

«عَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ الْخِيَاطَةُ، وَعَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ النِّسَاءِ الْمِغْزَلُ»[25]

"نیک آدمی کے لیے بہترین عمل (مشغلہ) تیراکی ہے اور نیک عورت کے لیے اچھا عمل (مشغلہ) کاتنا (سلائی کڑھائی) ہے۔"

تاریخ کی ورق گردانی سے عیاں ہوتا ہے کہ کائنات پر ہنر ودستکاری کی ابتدا حضرت آدم وحوّا علیہم السلام نے کی تھی۔ تاریخِ طبری کے مطابق انھوں نے ایک دنبہ لیا جس کی اون کو حوّا علیہ السلام نے کاتا اور دونوں نے مل کر اس سے لباس بنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لیے ایک

جبہ تیار کیا اور حضرت حوّا نے اپنے لیے ایک دوپٹہ اور چادر تیار کی[26]۔اسی طرح دورِ نبوی ﷺ میں بعض صحابیات ہاتھوں سے چیزیں بنا کر کماتی تھیں (یعنی دستکاری کا کام کرتی تھیں) جیسے:

زینب بنت جحش

وَكَانَتْ زَيْنَب بِنْتُ جَحْشٍ امْرَأَةً صَنَاعَ الْيَدِ فَكَانَتْ تَدْبَغُ وَتُخَرِّزُ وَتَتَصَدَّقُ فِي سَبِيلِ الله [27]

"زینب بنت جحش (ام المؤمنین) رضی اللہ عنہا ایک دستکار خاتون تھیں۔طرح طرح کی چیزیں (اپنے ہاتھوں سے) تیار کرکے ان کو فروخت کر دیتیں۔اور جو آمدنی حاصل ہوتی اس کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دیتیں۔"

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ الله صَلَّى الله عليه وسلم بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتَاهَا۔ قَالَ سَهْلٌ: وَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا:الشَّمْلَةُ۔ قَالَ: نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ۔ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ الله نَسَجْتُ هَذِهِ الْبُرْدَةَ بِيَدِي فَجِئْتُ بِهَا أَكْسُوكَهَا۔ قَالَ: فَأَخَذَهَا رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا[28]

انصاری خاتون

تاریخ میں بعض خواتین کے ماتحتوں (غلام، کاریگروں) کا ذکر ملتا ہے جو اپنی مالکہ کے لیے چیزیں بنا کر فروخت کرتے اور آمدنی ان کے مالکوں کو ملتی۔اسی ضمن میں ایک انصاری خاتون سے متعلق بیان ہوا ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُولِ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ الله أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ إِنْ شِئْتِ قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ[29]

"انصار کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ سے کہتی ہے کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بناؤں؟ جس پر آپ ﷺ بیٹھے رہیں ۔میرا غلام بڑھئی ہے (آپ ﷺ نے) فرمایا جیسے تم چاہو۔ منبر بنا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔"

زینب بنت عبداللہ الثقفی

زینب بنت عبداللہ الثقفی (زوجہ عبداللہ بن مسعود) ایک دستکار خاتون تھیں۔ جو چیزیں بنا کر فروخت کرتی اور اپنے زیر کفالت بچوں اور شوہر پر خرچ کرتی تھیں۔[30]

زَيْنَبُ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ، تَسْأَلانِكَ عَنِ النَّفَقَةِ عَلَى أَزْوَاجِهِمَا وَأَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا، أَيُجْزِئُ ذَلِكَ عَنْهُمَا مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ القرابة، وأجر الصدقة[31]

اہل عرب میں تجارت پیشہ بہت اہمیت کا حامل تھا۔ دور جاہلیت اور دور نبوی ﷺ میں مرد و خواتین اس پیشہ سے منسلک تھے۔ جو مختلف سطحوں پر مختلف چیزوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ذیل میں ایسی چند خواتین کا ذکر کیا جارہا ہے جو اس پیشہ سے منسلک تھیں۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد

تجارت پیشہ خواتین میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام سر فہرست ہے۔ آپ کا شمار مکہ کے دولت مند لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کا مال تجارت بین الاقوامی مراکز شام اور یمن کے علاوہ عرب کے مختلف میلوں میں بھی جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو اجرت و شراکت پر مال دیا کرتی تھی۔ ان سے متعلق ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ:

كانت خديجة امرأة تاجرة ذات شرف ومال، تستأجر الرجال فى مالها تضاربهم[32]

"خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک تاجرہ، شریف (معزز) اور مالدار خاتون تھیں، تجارت (خرید و فروخت) کرتی تھیں (مختلف) لوگوں (تاجروں) سے مضاربت واجرت کی بنیاد پر"۔

قیلۃ الانماریۃ

حضرت قیلہ انماریہ رضی اللہ عنہا ایک تاجرہ خاتون تھی۔ اسد الغابۃ میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے خرید و فروخت کے اصول دریافت کرتے ہوئے کہتی ہے:

يا رسول الله ، إنى امرأة أشترى وأبيع، فربما أردت أن أبيع السلع فأستام بها أكثر ما أريد أن أبيعها، ثم أنقص حتى أبيعها بالذى أريد

وإذا أردت أن أشترى السلعة أعطيت بها أقل ما أريد أن آخذها به، حتى آخذها بالذى أريد، فقال النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لا تفعلى قيلة[33]

"یارسول اللہ ﷺ میں ایک خرید و فروخت کرنے والی تاجر خاتون ہوں، جب میں کسی چیز کے بیچنے کا ارادہ کرتی ہوں تو جس قیمت پر میں بیچنا چاہتی ہوں اس سے زیادہ دام (قیمت) بتاتی ہوں اور بھاؤ تاؤ کے بعد اپنے مطلوبہ قیمت پر بیچ دیتی ہوں۔

اسی طرح جب میں (کچھ) سامان خریدنا چاہتی ہوں تو جس قیمت پر میرا خریدنے کا ارادہ ہوتا ہے اس سے کم قیمت لگاتی ہوں اور جب وہ مشتری (بیچنے والا) مطوبہ قیمت لگاتا ہے تو میں خرید لیتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! قیلہ ایسا نہ کرو۔"

اسی طرح حضرت نبھان التمار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کتب تاریخ میں بیان کیا جاتا ہے کہ کھجور کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اوران سے ایک خاتون کھجور خرید کر بھیجا کرتی تھی۔

أتته امرأة حسناء جميلة تبيع مِنْه تمرا [34]

"آتی تھی ان (نبھان التمار) کے پاس (ایک) اچھی اور پیاری سی خاتون جو ان سے کھجور خریدا کرتی تھی۔"

اسی طرح بعض صحابیات اجرت پر بھی کام کیا کرتی تھیں جیسے:

بسرۃ بنت غزوان

وكانت قد استأجرته فی العهد النبوی، التی كان أبو هريرة أجير ها ثم تزوجها[35]

"دور نبوی ﷺ میں اجرت پر کام کرتی تھی۔ اسی طرح حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ بھی اجرت دیا کرتے تھے اور پھر ان سے شادی کرلی۔"

اسی طرح جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوگئی تھی دوران عدت وہ کھجور کے کھیت میں کام کرتی تھی۔ عدت کے دوران ان کے کام کرنے کو لوگوں نے برا کہا تو نبی کریم ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا!

«بَلَى فَجُدِّی نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِی، أَوْ تَفْعَلِی مَعْرُوفًا»[36]

"آپ باہر جا کر کھیتوں میں کام کاج کیا کریں اور کھجور کے درخت کاٹا کریں تاکہ اس آمدنی سے صدقہ کریں یا بھلائی کا کوئی اور کام کر سکیں۔"

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ:

كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا[37]

"ہمارے یہاں ایک خاتون تھیں جن کی اپنی کھیتی تھی وہ نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھیں۔"

بعض خواتین دستکاری اور کاشتکاری کے علاوہ عطر فروشی کا کاروبار کیا کرتی تھیں۔ تاریخ ایسی خواتین کی نشاندہی کرتا ہے۔ جیسے:

اسما بنت مخربۃ

اسما بنت مخربہ جو ابو جہل مخزومی کی والدہ تھی دورِ جاہلیت اور دورِ نبوی ﷺ میں عطر بیچنے کا کام کرتی تھی۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

فِى زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَكَانَ ابْنُهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِى رَبِيعَةَ يَبْعَثُ إِلَيْهَا بِعِطْرٍ مِنَ الْيَمَنِ وَكَانَتْ تَبِيعُهُ إِلَى الأَعْطِيَةِ[38]

"عمر بن خطاب کے دور میں ان (اسماء بنت مخربہ) کا بیٹا عبد اللہ بن ربیعہ یمن سے ان کو عطر بھجوایا کرتے تھے جسے وہ فروخت کرتی تھیں۔"

الحولاء العطارة

حضرت حولاء رضی اللہ عنہا بھی ایک مشہور عطر فروش تھی۔ اور اسی مناسبت سے ان کو "العطارۃ" کا لقب ملا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ایک دن حضرت حولاء اپنے شوہر کی شکایت لے کر آتی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ:

إنى لأجد ريح الحولاء، فهل أتتكم؟ هل ابتعتم منها شيئا؟ " قالت عائشة: لا، والله يا رسول الله ، ولكن جاءت تشكو زوجها[39]

"مجھے حولاء کی خوشبو آرہی ہے، کیا وہ تمہارے پاس آئی ہے؟ کیا آپ نے ان سے کچھ خریداری کی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! نہیں، اللہ کی قسم یارسول اللہ ﷺ اور وہ (حضرت حولاء) اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہے۔"

ملیکہ أم السائب بن الأقرع الثقفیہ

حضرت ملیکہ ام سائب رضی اللہ عنہا ایک عطر فروش خاتون تھی۔ ان کے بیٹے سائب بن اقرع الثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن أمه مليكة دخلت تبيع العطر من النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال لها:"يا مليكة، ألك حاجة؟ "قالت: نعم قال: " فكلمينى فيها أقضها لك "، فقالت: لا، والله لا إلا أن تدعو لابني وهو معها، وهو غلام فأتاه فمسح برأسه، ودعا له[40]

"کہ ایک دفعہ میری ماں ملکیہ خدمتِ رسول ﷺ میں عطر بیچنے کے ارادے سے حاضر ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے خریداری کے بعد ان (حضرت ملیکہ) سے ان کی ضرورت وحاجت کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حاجت تو کوئی نہیں لیکن میرا چھوٹے بچے کے لیے جو میرے ساتھ ہے دعا فرمادیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔"

عمرۃ بنت الطبیخ

عَمْرُو بْنُ شَوْذَبٍ عَنْ [عَمْرَةَ بِنْتِ الطَّبِّيخِ قَالَتْ: انْطَلَقْتُ مَعَ جَارِيَةٍ لَنَا إِلَى السُّوقِ فَاشْتَرَيْنَا جَرِيثَةً فِي زَبِيلٍ قَدْ خَرَجَ رَأْسُهَا وَذَنَبُهَا مِنَ الزَّبِيلِ. فَمَرَّ عَلِيٌّ فَقَالَ: بِكَمْ هَذِهِ؟ إِنَّ هَذَا لَكَثِيرٌ طَيِّبٌ يَشْبَعُ مِنْهُ الْعِيَالُ[41]

"عمرو بن شوذب سے مروی ہے کہ عمرۃ بنت طبیخ نے کہا! ایک مرتبہ میں اپنی خادمہ کے ہمراہ بازار جاکر مچھلی خریدی اور اس کو ایک ٹوکری میں رکھا۔ ٹوکری چونکہ چھوٹی تھی اس وجہ سے اس (مچھلی) کا سر اور دم باہر نکلے ہوئے تھے۔ (خلیفہ چہارم) حضرت علی رضی اللہ عنہ (وہاں سے) گزر رہے تھے تو انھوں نے (مچھلی) کی قیمت دریافت کی اور اس کی تعریف کی کہ یہ بڑی بھی ہے اور نفیس بھی ہے۔ اس سے گھر کے تمام افراد سیر ہو کر کھا سکتے ہیں۔"

علاوہ ازیں تاریخ میں ایسی بے شمار خواتین کا تذکرہ ملتا ہے کہ جنہوں نے ضرورت کی بنا پر مختلف شعبہ جات میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کیا۔ چاہے وہ کسب معاش کے شعبہ جات ہوں، طب کا میدان ہو، سیاست کا میدان ہو یا پھر جنگ کا میدان ہو۔ جہاں جہاں خواتین اپنی خدمات پیش کر سکتی تھیں وہاں خواتین نے نمایاں کردار ادا کیا۔

شعبہ طب میں خواتین کا کردار

دور نبوی ﷺ میں ایک اہم شعبہ جہاد اور زخمی مجاہدین کی تیمارداری اور ان کی دوا کا تھا۔ اس میں بھی خواتین اسلام پیش پیش نظر آتی ہیں۔ تمام غزواتِ نبوی ﷺ میں جو خواتین شریک ہوئیں انھوں نے بلا استثنا مجاہدین کی خدمت اور زخمیوں کے علاج و معالجہ کو مقصدِ شرکت بنایا تھا۔ ان خواتین میں سب سے اہم نام طبیب و جراح حضرت رفیدہ انصاریہ کا ہے۔ ان کی عظمتِ

شان اور مہارتِ فن کا ثبوت یہ ہے کہ ان کا خیمہ مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں لگوایا گیا تھا۔ آپ مسلمان زخمیوں کا علاج کرتی اور ان کی خدمت کو باعث ثواب سمجھتی۔ ابن الاثیر کے مطابق:

فكانت تداوى الجرحى، وتحتسب بنفسها على خدمة من كانت به ضيعة من المسلمين، وكان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يمر به فيقول: " كيف أمسيت وكيف أصبحت؟ " فيخبره[42]

تاریخ میں بطور جراح وطبیب میں حضرت ام سنان اسلمی رضی اللہ عنہا کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے پاس خاندان کی ایک خاص دوا تھی جس سے وہ زخمیوں اور بیماریوں کا علاج کرتی تھیں اور وہ ٹھیک ہو جاتے تھے۔[43] ان کے علاوہ کعیبہ بنت سعد بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئی تھیں۔ وہ باقاعدہ طبیب وجرّاح تھیں۔ الطبقات الکبریٰ میں ان کے بارے میں مذکور ہے کہ:

كانت تكون فى المسجد لها خيمة تداوى المرضى والجرحى[44]

سیاست کے میدان میں خواتین

دور نبوی ﷺ اور مابعد کے ادوار سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ باقی شعبہ جات کے علاوہ سیاست کے میدان میں بھی خواتین نے اپنا کردار بطور "مشیر، سفیر اور انتظامی عہدوں پر تقرری" کے ادا کیا۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ آپ ﷺ خواتین سے مشورہ کرتے اور وہ ایسا مشورہ یا رائے دیتیں جس کو آپ ﷺ قبول فرمالیتے۔

كان النبىّ يستشير حتى المرأة فتشير عليه بالشىء فيأخذ به[45]

اس کی واضح مثال صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے پر عمل کرنا ہے۔ جب معاہدہ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ اب حدیبیہ سے واپس مدینہ لوٹنا ہے اس لیے قربانی کے جو

جانور اپنے ساتھ لائے ہو وہ یہاں ہی ذبح کرکے سر منڈوالو۔ لیکن کوئی بھی صحابی اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ تب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو ان الفاظ میں مشورہ دیا کہ:

اخرج أنت يا رسول الله فاذبح هديك واحلق رأسك، والناس يتبعونك يا رسول الله، فخرج ففعل ذلك، فبادر الناس إلى موافقته[46]

"آپ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہیں کہیں بلکہ ذبح کیجیے اپنی قربانی کا اونٹ اور اپنا سر منڈوا لیجیے۔ یارسول ﷺ (یہ دیکھتے ہوئے) سب لوگ آپ کی پیروی میں ایسا ہی کریں گے۔ پس آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے گیے اور ویسا ہی کیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کی موافقت کی۔"

اسی طرح خلفائے راشدین کے ادوار میں بھی ریاستی معاملات میں خواتین کی شمولیت اور ان کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بازار کے امور کی نگرانی سونپی تھی۔ جس کی تصدیق ذیل کے متن سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

كان عُمَر بن الخطاب يقدمها فى الرأى ويرضاها ويفضلها، وربما ولاها شيئا من أمر السوق[47]

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کو ملکہ روم کے دربار میں بطور سفیر بھیجا تھا۔

بعثت أم كلثوم بنت على بن أبى طالب إلى ملكة الروم بطيب ومشارب وأحفاش من أحفاش النساء ودسته إلى البريد فأبلغه لها وأخذ منه وجاءت امرأة هرقل وجمعت نساءها وقالت هذه هدية امرأة ملك العرب وبنت نبيهم[48]

"ام کلثوم بنت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہا کو ملکہ روم کے پاس خوشبو، مشروبات اور عورتوں کے سامان رکھنے والے صندوقچے دے کر بھیجا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے استقبال

کے لیے زوجہ ہرقل آئی اور اپنے ساتھ (ملک روم) کی کچھ خواتین کو جمع کیا اور کہا! یہ تحفے عرب کے بادشاہ کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی لیکر آئی ہیں۔"

دیکھا جائے تو دورِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار کے بعد بھی تقریباً ہر دور میں مسلمان خواتین نے سیاست کے میدان میں اپنی خدمات کے ذریعہ رہتی دنیا تک کے لیے مثالیں قائم کیں۔ دورِ جدید میں پاکستانی خواتین سیاست سے متعلقہ شعبہ جات یعنی پارلیمنٹ، صحافت، سفارت کاری، ترجمان، سیکرٹری، اسپیکر کے علاوہ ڈاکٹر، نرس، دائی، انجینئر، درس وتدریس، دفتری امور، وکالت اور سلائی کڑھائی جیسے مختلف شعبوں میں فرائض انجام دے رہی ہیں۔ جن میں فاطمہ علی جناح اور بینظیر بھٹو، رعنا لیاقت علی خان، بیگم ذکیہ شاہنواز کے نام قابل ذکر ہیں۔ تاہم ان کے علاوہ بھی کئی خواتین نے ملک و قوم کی خدمت واصلاح میں بھرپور کردار ادا کیا جن میں ملکہ زبیدہ کے علاوہ بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم زری سرفراز کے نام سرفہرست ہیں۔

خلاصہ بحث

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر شعبوں میں (ملکی اور غیر ملکی سطحوں پر) ایسے بامقصد ومتبادل سرگرمیوں کا آغاز کیا جائے جن میں بالخصوص خواتین کے لیے تعمیری و تخلیقی مواقع فراہم کیے جاسکیں۔ ایسا ماحول فراہم کیا جائے جس میں خواتین اپنی صلاحیتیں بروئے کار لاکر معاشی استحکام حاصل کرکے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ سمینارز اور میڈیا کے ذریعے لوگوں میں آگاہی اور شعور پیدا کیا جائے کہ مرد وزن جسمانی قوت وطاقت میں مختلف ضرور ہیں لیکن حقوق، مقام ومرتبہ، عزت واحترام اور صلاحیتوں میں ان کے مابین کوئی تفریق نہیں ہے۔

حوالہ جات

[1] وحید الزمان (مولانا)، عورت معمارِ انسانیت، گڈورڈ بکس، نظام الدین ویسٹ مارکیٹ، نیو دہلی انڈیا، ۱۹ جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۵۴۔

[2] محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، دارالاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی۔پاکستان، ۱۹۹۹ء، ص ۳۰۴۔ خالد علوی (ڈاکٹر)، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۴۶۲۔

[3] قدیم یونانیوں کا مذہب کثرت پرستی کا شکار تھی۔اُن کا سب سے بڑا دیوتا "زوس" تھا۔جو بادلوں کو اکٹھا کرتا اور برق و رعد کے نیزے سے انھیں چھید کر مینہ برساتا تھا۔اس کے دو بھائی "ہیڈیس اور پوزی دوں" تھے۔اس کی بیوی کا نام ہیرا تھا۔زوس کی اولادِ نرینہ میں ایریس، اپالو، ہرمیس اور ہی فیسٹس تھے۔ایتھینا، افروڈائٹی اور آرٹیمس اس کی بیٹیاں تھیں۔زوس مختارِ مطلق تھا۔البتہ تقدیر کی تین دیویوں پر اُس کا بھی تصرّف نہیں تھا۔ (دیکھیں: جلالپوری، سید علی عباس، روایاتِ تمدنِ قدیم، خرد افروز پوسٹ، ندیم پرنٹرز، جہلم پاکستان ۱۹۹۱ء، ص ۱۲۰۔)

[4] نفس مصدر، ص ۱۲۲۔

[5] محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، ص ۳۰۹۔

[6] لیکی، ایڈورڈ ہارٹ پول (۱۸۳۸ء تا ۱۹۰۳ء)، تاریخ اخلاقِ یورپ (اردو)، مترجم عبد الماجد، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد۔ دکن، ط/۲/۱۹۳۲ء، ج دوم، ص ۲۶۵۔

[7] خالد علوی (ڈاکٹر)، اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۴۶۴۔

[8] طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری (اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک)، مترجم محمد اصغر مغل (مولانا)، اعجاز احمد صمدانی (مولانا)، دار الاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی، پاکستان، ۲۰۰۳ء، ج ۳، ص ۱۳۸۔

[9] محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، ص ۳۱۴۔

[10] نفس مصدر، ص ۳۹۶۔

[11] ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (المتوفی ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ، تحقیق فؤاد عبد الباقی، دار احیاء الکتب العربیۃ، رقم الحدیث ۲۲۴، ج ۱، ص ۱۵۱۔

[12] بخاری، أبو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ (المتوفی ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، ط/۱۴۲۲ھ، باب کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث ۹۸، ج ۱، ص ۳۵۔

[13] ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمى بالولاء، البصرى، البغدادى (المتوفى ۲۳۰ھ)، الطبقات الكبرى، تحقیق محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ۔بیروت، ط/۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰م، رقم الترجمہ ۴۲۵۰، ج ۸، ص ۲۲۹۔

[14] ابن حجر عسقلانى، أبوالفضل أحمد بن على بن محمدبن أحمد (المتوفى ۸۵۲ھ)، الإصابة فى تمييز الصحابة، تحقیق عادل أحمد عبد الموجود، باب بسرۃ بنت غزوان، ج ۸، ص ۲۳۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۸، ص ۳۹۔

15 ابن سعد، الطبقات الکبری، ج۲، ص۳۷۵۔

16 ابن الاثیر، أبوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد (المتوفی ۶۳۰ھ)، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، تحقیق علی محمد معوض، عادل احمد عبدالموجود، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴م، باب زینب بنت ابی سلمۃ، ج۳، ص۳۶۰۔

17 ابن حجر عسقلانی، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، باب خیرۃ بنت ابی حدرد، ج۸، ص۱۲۳۔

18 محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، ص۴۰۱۔

19 وحید الزمان (مولانا)، عورت معمارِ انسانیت، ص۲۰۲۔

20 القرآن، سورۃ فصلت: ۱۰۔

21 نفس مصدر، سورۃ الأعراف: ۱۰۔

22 نفس مصدر، سورۃ القصص: ۷۷۔

23 صدیقی، محمد یٰسین مظہر (ڈاکٹر)، نبی اکرم ﷺ اور خواتین ایک سماجی مطالعہ، مکتبہ رحمانیہ (مجلس تحقیق اسلامی) ماڈل ٹاؤن۔ لاہور، ۲۰۰۸ء، ص۱۴۰، ۱۳۹۔

24 الشیبانی، أبوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ)، مسند الامام احمد بن حنبل، تحقیق شعیب الارنؤوط۔ عادل مرشد، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۱/ ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م، باب حدیث أبی بردۃ بن نیار، رقم الحدیث ۱۵۸۳۶، ج۲۵، ص۱۵۷۔، ابن ابی شیبۃ، أبوبکر، عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان (المتوفی ۲۳۵ھ)، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، تحقیق کمال یوسف الحوت، مکتبۃ الرشد۔ الریاض، ط/۱، ۱۴۰۹ھ، باب فی الکسب، رقم الحدیث ۲۳۰۸۳، ج۴، ص۵۵۴۔

25 الرازی، ابوالقاسم تمام بن محمد بن عبداللہ بن جعفر الدمشقی (المتوفی ۴۱۴ھ)، الفوائد، تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی، مکتبۃ الرشد۔ الریاض، ط/۱، ۱۴۱۲ھ، رقم الحدیث ۱۲۵۰، ج۲، ص۱۰۰۔

26 طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری (اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک)، مترجم محمد اصغر مغل (مولانا)، اعجاز احمد صمدانی (مولانا)، ج۱ (تاریخ قبل از اسلام)، ص۱۱۱۔

27 ابن سعد، الطبقات الکبری، رقم الترجمہ ۴۱۳۲، ج۸، ص۸۶۔ ابن حجر عسقلانی، الإصابۃ في تمییز الصحابۃ، باب زینب بنت جحش، رقم الترجمہ ۱۱۲۲۷، ج۸، ص۱۵۴۔، ابن الأثیر، أسد الغابۃ في معرفۃ الصحابۃ، باب زینب بنت جحش رقم الترجمہ ۶۹۴۷، ج۶، ص۱۲۶۔

28 ابن سعد، الطبقات الکبری، باب وماروی فی البیاض، ج۱، ص۳۵۱۔

29 بخاری، أبوعبداللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ (المتوفی ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، ط/۱، ۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث ۱۹۵۳، ج۷، ص۲۷۵۔

30 مسلم، أبوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، فصل النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ عَلَى الأَقْرَبِينَ وَالزَّوْجِ وَالأَوْلاَدِ وَالْوَالِدَيْنِ، رقم الحدیث ۲۳۶۵، ج۳، ص۸۰۔

[31] القرطبي، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد (المتوفى: 463هـ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، تحقيق علی محمد البجاوی، دار الجيل۔ بيروت، ط/ ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲م، رقم الترجمہ ۳۳۶۲، ج۴، ص۱۸۵۶۔

[32] ابن الاثير، أبوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد (المتوفی ۶۳۰ھ)، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، تحقیق علی محمد معوض، عادل احمد عبدالموجود، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴م، باب خدیجۃ بنت خویلد، رقم الترجمہ ۶۸۷۴، ج۷، ص۸۰۔

[33] ابن الأثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، رقم الترجمہ ۷۲۲۹، ج۷، ص۲۳۸۔

[34] ابن الأثير، أبوالحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد الشيباني الجزري (المتوفى ۶۳۰ھ)، تحقيق علي محمد معوض-عادل أحمد عبدالموجود، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، رقم الترجمہ ۵۱۹۶، ج۵، ص۲۹۳۔

[35] ابن حجر عسقلانی، أبوالفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد (المتوفی ۸۵۲ھ)، الإصابة فى تمييز الصحابة، تحقيق عادل أحمد عبدالموجود، باب بسرۃ بنت غزوان، رقم الترجمہ ۱۰۹۳۸، ج۸، ص۵۱۔

[36] مسلم، أبوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، بَابُ جَوَازِ خُرُوجِ الْمُعْتَدَّةِ الْبَائِنِ، وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فِي النَّهَارِ لِحَاجَتِهَا، رقم الحدیث ۱۴۸۳، ج۲، ص۱۱۲۱۔

[37] بخاری، أبو عبداللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، صحیح بخاری، بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ}، رقم الحدیث ۸۸۶، ج۳، ص۴۸۴۔

[38] ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي (المتوفى ۲۳۰ھ)، الطبقات الكبرى، تحقيق محمد عبد القادر عطا، دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت، ط/ ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰م، رقم الترجمہ ۴۲۵۸، ج۸، ص۲۳۳۔

[39] ابن حجر عسقلانی، أبوالفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد (المتوفی ۸۵۲ھ)، الإصابة فى تمييز الصحابة، تحقيق عادل أحمد عبدالموجود، دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت، ط/ ۱۴۱۵ھ، باب الحولاء، رقم الترجمہ ۱۱۰۷۳، ج۸، ص۹۴۔ ابن الأثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، رقم الترجمہ ۶۸۶۷، ج۷، ص۷۷۔

[40] ابن الأثير، أبوالحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد الشيباني الجزري (المتوفى ۶۳۰ھ)، تحقيق علي محمد معوض-عادل أحمد عبدالموجود، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، دار الکتب العلمیۃ، ط/ ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴م، باب ملیکۃ أم سائب، رقم الترجمہ ۷۲۹۷، ج۷، ص۲۶۰۔

[41] ابن سعد، الطبقات الكبرى، رقم الترجمہ ۴۶۹۱، ج۸، ص۳۵۴۔

[42] ابن الأثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، باب رفیدۃ الانصاریۃ، رقم الترجمہ ۶۹۲۵، ج۷، ص۱۱۱۔

[43] ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج۸، ص۲۹۲۔

[44] نفس مصدر، ج۸، ص۲۲۶۔

[45] ابن قتیبہ، أبو محمد عبداللہ بن مسلم الدینوری (المتوفی ۲۷۶ھ)، عیون الأخبار، دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت، ۱۴۱۸ھ، باب من کتاب الی بعض السلاطین، ج۱، ص۱۱۔

[46] ابن کثیر، أبو الفداء اسماعیل بن عمر (المتوفی ۷۷۴ھ)، الفصول فی السیرۃ، تحقیق محمد العید الخطراوی، محیی الدین مستو، مؤسسۃ علوم القرآن، ط/ ۱۴۰۳ھ، فصل غزوۃ الحدیبیۃ، ج۱، ص۱۸۷۔

[47] المزی، أبو الحجاج، یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف (المتوفی ۷۴۲ھ)، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، تحقیق بشار عواد معروف، مؤسسۃ الرسالۃ۔ بیروت، ط/ ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء، رقم الترجمہ ۷۸۶۹، باب الشین، ج۳۵، ص۲۰۷۔

[48] طبری، أبو جعفر محمد بن جریر (المتوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ الأمم والملوک، ج۲، ص۶۰۱۔